انیس الرحمن ندوی
رفیق فرقانیہ اکیڈمی ٹرسٹ، بنگلور ۷۹

جغرافیہ کے اسلامی تصورات

قرآن، حدیث اور علم شکل ارض کی روشنی میں

کرۂ ارض پر خشکی اور سمندر کا تناسب کتنا ہے؟ اس کے متعلق زمانۂ قدیم (ماقبل اسلام) کے جغرافیائی لٹریچر میں کوئی واضح تصور نہیں ملتا۔ زمین کے متعلق اہل یونان میں مقبول ترین نظریہ یہ رہا کہ زمین گول نہیں بلکہ چپٹی ہے۔ لہذا یوروپ میں پندرہویں صدی کے اختتام تک یہی نظریہ رائج رہا۔ پانچویں صدی عیسوی کے ہندستانی ماہر فلکیات آریہ بھٹ نے یہ نظریہ پیش کیا کہ زمین گول ہے اور اس کے تخمینہ کے مطابق کرۂ ارض پر سمندر اور زمین کا تناسب نصف نصف ہے[1] مگر یہاں یہ بات ذہن نشیں رہے کہ کرۂ ارض کو چونکہ اس دور میں نہ مکمل طور پر دریافت کیا گیا تھا اور نہ اس کے جغرافیائی خصوصیات کی مکمل نوعیت جانی گئی تھی، اس لئے اس سلسلے کے تمام بیانات ظن وتخمین اور خیال آرائی کے دائرے میں آتے ہیں۔

کرۂ ارض پر خشکی اور سمندر کا تناسب

اس سلسلے میں بعض احادیث وارد ہوئی ہیں جن میں کرۂ ارض اور اس کے جغرافیا کے متعلق انتہائی دقیق معلومات موجود ہیں۔ ان احادیث کا مفہوم بظاہر جغرافیا کے حقائق سے متصادم نظر آتا ہے مگر علم جغرافیا اور اس سے متعلقہ علوم کے جدید اکتشافات کے تطبیقی مطالعہ سے ان احادیث کی صداقت نہ صرف حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوتی ہے بلکہ اس سے کرۂ ارض کی جیولوجیائی تاریخ کے کئی اہم ترین پہلو بھی سامنے آتے ہیں۔ ان احادیث میں سے ایک حدیث جس کی تخریج حضرت ابوالشیخ بن حیان (م ۳۶۹ھ) نے کی ہے اس طرح ہے:

أخرج أبو الشيخ عن حسان بن عطيه قال بلغني أن مسيرة الأرض خمسمائة سنة بحورها منها ثلاثمائة سنة و الخراب منها مسيرة مائة سنة و العمران مسيرة مائة سنة.[2]

"ابوالشیخ حضرت حسان بن عطیہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ زمین کی کل مسافت پانچ سو سال کی ہے۔ جس میں سمندروں کی مسافت تین سو سال ہے، خراب (غیر آباد) حصہ کی مسافت سو سال ہے جبکہ آباد منطقہ کی مسافت سو سال کی ہے۔"

اسی معنی کی ایک اور روایت حسب ذیل ہے:

أخرج ابن المنذر وابن أبي حاتم عن حسان بن عطية رضي الله عنه قال سعة الأرض مسيرة خمسمائة سنة. البحار ثلثمائة ومائة خراب ومائة عمران۔[۳]

ابن منذر اور ابن ابی حاتم حسان بن عطیہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: زمین کی وسعت پانچ سو سال کی مسافت کے برابر ہے۔ سمندر کی مسافت تین سو سال، خراب کی سو سال اور آباد کی سو سال ہے۔

اس سے ذرا مختلف معنی کی ایک حدیث کی تخریج ابن ابی حاتم نے کی ہے:

أخرج ابن ابي حاتم عن عبد الله بن عمرو قال: الدنيا مسيرة خمسمائة عام. أربعمائة خراب ومائة عمران۔[٤]

''ابن ابی حاتم نے عبداللہ بن عمرو سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: زمین کی مسافت پانچ سو سال کی ہے ان میں سے چار سو سال کی مسافت خراب اور ایک سو سال کی مسافت آباد ہے۔''

جیسا کہ ان احادیث کے الفاظ سے معلوم ہو رہا ہے کہ ان میں ''مسافت'' کا لفظ تناسب بتانے کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ لہٰذا پہلی دو احادیث میں بتایا جا رہا ہے کہ کرۂ ارض پر سمندروں کا تناسب اس کے کل رقبے کا ۳/۵ حصہ ہے۔ جبکہ اس کا بقیہ ۲/۵ حصہ خشکی پر مشتمل ہے۔ اور خشکی کے اس حصے میں سے نصف یعنی 1/5 خراب (غیر آباد) ہے، اور بقیہ نصف 1/5 حصہ آباد (عمران) ہے۔ اسی طرح تیسری حدیث میں بتایا جا رہا ہے کہ کرۂ ارض کا خراب حصہ ۴/۵ ہے جبکہ آباد حصہ ۱/۵ ہے۔

آیئے اب جدید جغرافیائی تصورات و تحقیقات کی روشنی میں ان احادیث کی معنویت کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ اس سلسلے میں پہلے پہلی حدیث پر بحث کی جائیگی۔ لہٰذا جدید تحقیقات کے مطابق کرۂ ارض پر سمندروں کا تناسب ۷۰٫۸ فیصد ہے، جبکہ خشکی کا تناسب ۲۹٫۲ فیصد ہے۔ یعنی کہ ان کی رو سے کرۂ ارض پر تقریباً سات حصہ پانی ہے جبکہ تین حصہ خشکی ہے۔

یہاں حدیث شریف اور علم جغرافیا کی جدید تحقیقات میں بظاہر تضاد نظر آ رہا ہے یعنی کہ احادیث میں پانی اور خشکی کا تناسب ۳:۲ بتایا گیا جبکہ علم جغرافیا کے مطابق ان کا تناسب ۷:۳ ہے۔ مگر اس سلسلے میں صحیح بات یہ ہے کہ یہ دونوں مفاہیم اپنی اپنی جگہ درست ہیں۔ کیونکہ جغرافیائی اعداد و شمار خشکی اور پانی کے موجودہ تناسب کو بتا رہے ہیں جبکہ حدیث میں خشکی اور پانی کے حقیقی حدود کی نشاندہی کی جا رہی ہے۔ اس بحث کو سمجھنے کیلئے بحریات oceanography کے بعض مباحث کو مدنظر رکھنا ضروری ہوگا، جو حسب ذیل ہیں۔

براعظمی حاشیہ Continental Margins

جدید سائنسی تحقیقات کے مطابق خشکی اور سمندر کا موجودہ تناسب سمندر اور خشکی کے حقیقی حدود کی نشاندہی نہیں کرتا۔ کیونکہ آج خشکی کا بڑا حصہ سمندر میں ڈوبا ہوا ہے۔ جس کے کئی سارے اسباب اور وجوہات ہیں، ان پر بحث اس مضمون میں آگے ملاحظہ ہو۔ سمندروں میں خشکی کے اس ڈوبے ہوئے حصہ کو براعظمی حاشیہ کہا جاتا ہے۔ اس براعظمی حاشیہ کو سائنسدان تین حصوں میں بانٹتے ہیں:

۱- براعظمی فرش/تہہ continental shelf

۲- براعظمی ڈھلان continental slope

۳- براعظمی ابھار continental rise

براعظمی فرش: براعظمی فرش دراصل موجودہ براعظمی فرش کے حدود اصلی کی نشاندہی کرتے ہیں یعنی کہ براعظموں کا وہ حصہ جو سمندروں میں غرقاب ہو چکا ہے۔ اس حصہ کے اختتام پر براعظمی زمین میں کھائی کی طرح ڈھلان شروع ہو جاتا ہے۔ یہ موجودہ سمندری ساحل سے اوسطاً ۵۰ تا ۱۰۰ کلومیٹر (۳۰ تا ۶۰ میل) چوڑا ہوتا ہے۔ کہیں کہیں اس کی چوڑائی ۱۵۰۰ کلومیٹر بھی ہے۔ ساحل سمندر سے اس کے باہری کنارے outer edge تک اس کی گہرائی بالعموم ۱۳۰ میٹر (۴۲۵ فیٹ) ہے۔ براعظمی فرش سمندری فرش sea floor کے کل رقبے کے ۵ء۷ فیصدی حصہ کو گھیرے ہوئے ہے۔[۵] یعنی کہ موجودہ کل سمندری حصہ (۸ء۷۰ فیصد) کا ۵ء۷ حصہ براعظمی فرش پر مشتمل ہے۔

براعظمی ڈھلان: براعظمی فرش کا نقطۂ اختتام جسے shelf break بھی کہا جاتا ہے وہاں سے سمندری فرش میں دفعتاً اضافہ شروع ہو جاتا ہے۔ یہاں ڈھلان کا انحناء براعظمی فرش کے ڈھلان کی بہ نسبت فی میٹر دس گنا زیادہ ہے۔ براعظمی حاشیہ کے اس حصہ کو براعظمی ڈھلان کہا جاتا ہے۔ گویا کہ یہ براعظمی دیواریں ہیں جو براعظمی فرش کو اٹھائے ہوئے ہیں۔ براعظمی ڈھلان سمندری فرش کے کل رقبے کے ۵ء۸ فیصدی حصے کو گھیرے ہوئے ہے۔[۶]

براعظمی ابھار: براعظمی حاشیہ کا تیسرا حصہ براعظمی ابھار ہے جو سمندر اور براعظموں کے درمیان کی آخری کڑی ہے۔ یہ سمندری فرش کے کل رقبہ کے 3 فیصدی حصے کو گھیرے ہوئے ہے۔ مگر یہ براعظمی فرش اور براعظمی ڈھلان سے اس معنی میں مختلف ہے کہ براعظمی فرش اور براعظمی ڈھلان دونوں براعظمی قشرارض continental crest پر واقع ہیں جبکہ براعظمی ابھار کا بیشتر حصہ سمندری قشرارض oceanic crest پر واقع ہے۔ یعنی کہ براعظمی ابھار کا زیادہ تر حصہ سمندری فرش کے اوپر سے شروع ہوتا ہے۔ لہذا براعظمی ابھار دراصل سمندری حصہ شمار کیا جاتا ہے۔ یہ دراصل زمینی ترسیبات sediments کی شکل میں ہے جو بُردگی erosion کے عمل کے بعد سمندری سطح پر آ کر ڈھیر ہو گیا ہے۔

چونکہ براعظمی تختی اور براعظمی ڈھلان ہی براعظمی حصہ شمار کیا جاتا ہے اور ان دونوں کا تناسب سمندری فرش کے کل رقبہ کا ۱۶ فیصد ہوتا ہے یعنی (7.5 + 8.5 = 16)۔ لہٰذا یہ رقبہ کرۂ ارض کے کل رقبہ کا ۱۱ء۳ فیصد ہوتا ہے، جس کا حسابی فارمولا حسب ذیل ہے:

$$(70.8 \times 16) / 100 = 11.32$$

اب کرۂ ارض کی موجودہ خشکی کے تناسب میں اس تناسب کو جوڑ دینے سے اس کی شکل یہ بنتی ہے:

$$29.2 + 11.3 = 40.5$$

یعنی کہ کرۂ ارض پر خشکی کا کل رقبہ 40.5 فیصد ہے، جس میں 29.2 فیصد حصہ سطح سمندر کے اوپر ہے اور 11.3 فیصد حصہ زیر آب ہے۔ لہٰذا اب خشکی کے زیر آب حصہ کے تناسب کو سمندری حصہ کے تناسب سے گھٹا دیا جائے (کیونکہ سمندر کے موجودہ حصہ میں خشکی کا یہ ڈوبا ہوا حصہ بھی شامل ہے) تو سمندری بیسن ocean basin کے حصہ کا حقیقی تناسب یہ بنتا ہے:

$$70.8 - 11.3 = 59.5$$

اس طرح کرۂ ارض پر اب خشکی کے حصہ کا حقیقی رقبہ اس کے کل رقبے کا ۴۰ء۵ فیصد ہوا جس کا تناسب تقریباً ۲/۵ ہوتا ہے، اور سمندری حصہ کا رقبہ اس کے کل رقبہ کا ۵۹ء۵ فیصد ہوا جس کا تناسب تقریباً ۳/۵ ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ تناسب حدیث شریف میں مذکور خشکی اور سمندر کے تناسب ۳:۲ کے بالکل عین مطابق ہوا۔ اس کی مزید تفصیلات لفظ ''عمران'' اور ''خراب'' کے تحت آگے ملاحظہ ہو۔

خشکی کے حقیقی حدود اور سمندر میں اتار چڑھاؤ کے اسباب

کرۂ ارض کے ماضی میں جب سطح سمندر اس کی موجودہ سطح سے نیچے تھی اس وقت براعظمی فرش کا بڑا حصہ جو اب زیر آب ہے سطح سمندر کے اوپر نمودار تھا۔ سطح سمندر میں اس تفاوت کی ایک اہم وجہ براعظمی برفانیت continental glaciation ہے۔ یعنی کہ ماضی میں جب کرۂ ارض کا درجہ حرارت کم تھا اس وقت سمندری پانی برفانی چٹانوں glaciers اور برفانی چادروں ice sheets کی شکل میں اکثر براعظمی فرش کو ڈھانکے ہوئے تھا۔ جس کی وجہ سے سمندری سطح اس کی موجودہ سطح سے کافی نیچے تھی:

Continental glaciation has been a major cause of sea level fluctuations, creating a rise and fall of ± 130 m (± 425 ft) from present-day sea level.ے

''براعظمی برفانیت سطح سمندر کے تفاوت کا ایک بڑا سبب رہا ہے۔ جس کی وجہ سے اس کی موجودہ سطح میں

۱۳۰ میٹر (۴۲۵ فیٹ) کی کمی اور زیادتی واقع ہوتی رہی ہے۔"

لہذا ماضی میں جب سمندری سطح نیچے تھی اس وقت براعظمی رقبہ اپنے موجودہ رقبے سے تقریبا ایک چوتھائی حصہ بڑا تھا[۸]۔ اسی طرح ماضی بعید میں کرۂ ارض بعض ایسے ادوار (مثلا کریٹیشیس عہد createaceous period) سے بھی گزرا ہے جبکہ کرۂ ارض کی برفانی چٹانوں کے پوری طرح پگھل جانے کی وجہ سے سطح سمندر اس قدر اونچی تھی کہ موجودہ براعظموں کا چالیس فیصد سے زائد حصہ زیر آب آگیا تھا۔ کرۂ ارض کی تاریخ کے وہ ادوار جبکہ براعظموں پر بڑے پیمانے پر برف جم جانے کی وجہ سے سمندری سطح کافی نیچے تھی ان کو برفانی ادوار glacial periods/ ice ages کہا جاتا ہے۔ اسی طرح وہ ادوار جن میں براعظموں کی برف کے پگھلنے کی وجہ سے سمندری سطح میں زیادتی واقع ہوئی ان کو بین برفانی ادوار interglacial periods کہا جاتا ہے۔ کرۂ ارض کی تاریخ میں ایسے ادوار وقفہ وقفہ سے برابر آتے رہے ہیں[۹]۔ لہذا زیر بحث احادیث میں خشکی اور سمندر کے حقیقی حدود کے تعین کے ساتھ ساتھ کرۂ ارض پر گزرے ان برفانی ادوار اور ان کے آنے اور ختم ہونے کی وجہ سے سطح سمندر میں تفاوت دونوں کی طرف انتہائی لطیف اشارے بھی موجود ہیں۔

خشکی کا آباد و غیر آباد حصہ:

کرۂ ارض پر سمندر اور خشکی کے تناسب (۲:۳) کے بعد حدیث شریف میں خشکی کے آباد (عمران) اور غیر آباد (خراب) حصہ کا تناسب بیان کیا گیا ہے کہ زمین کا آباد علاقہ 1/5 اور غیر آباد علاقہ بھی 1/5 ہے۔ یعنی کہ کرۂ ارض کی خشکی کا نصف حصہ آباد اور نصف خراب ہے۔ حدیث شریف میں مذکور کرۂ ارض کے خشکی کے علاقے کی یہ تقسیم بھی کافی اہم ہے اور جدید جغرافیائی تحقیقات اس حدیث میں مذکور معانی و مطالب کے بے پناہ اسرار و رموز کی تصدیق کررہی ہیں۔ جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

سب سے پہلے اس حدیث میں مذکور الفاظ "خراب" اور "عمران" کے لغوی معانی سمجھ لینا ضروری ہیں۔ لغت کی رو سے یہ دونوں الفاظ ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ لفظ "عمران" عمر، یعمر سے مشتق ہے جو کسی شئی میں زندگی کے وجود پر دلالت کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ اسی سے مشتق لفظ "عمر" ہے۔ جس کا مطلب ہے مدت حیات یعنی کہ کسی بدن میں روح کے باقی اور آباد رہنے کی مدت اور اس کا وقفہ[۱۰]۔ اور عمران آبادی سے معمور منطقہ اور علاقہ کے لئے بولا جاتا ہے۔ لہذا یہاں عمران سے مراد کرۂ ارض کی خشکی کا وہ علاقہ ہوا جو نباتاتی زندگی کا متحمل اور اس سے معمور ہو۔ کیونکہ حیوانات ہی کی طرح نباتات بھی زندگی سے متصف انواع حیات ہیں۔ لفظ "خراب" عمران کی ضد ہے۔ جس کے معنی غیر آباد، برباد، بے جان اور بنجر کے ہیں۔ یعنی کرۂ ارض کی خشکی کا وہ منطقہ جو نباتاتی زندگی کے لئے موزون یا اہل نہ ہو۔ قرآن مجید میں بھی جگہ جگہ نباتات سے آباد سرسبز و شاداب زمین کو زندہ اور ناقابل کاشت اور بنجر

زمین کو مردہ قرار دیا گیا ہے۔

اس نقطہ نظر سے کرۂ ارض کی خشکی کے علاقے (براعظمی حصہ) کا سائنسی مطالعہ کیا جائے تو کرۂ ارض کے غیر آباد حصہ کو تین حصوں میں بانٹا جاسکتا ہے۔جس کی تقسیم اس طرح ہوگی:

۱- خراب بوجہ غرقابی (زیادتی سمندری سطح)

۲- خراب بوجہ براعظمی برفانیت

۳- خراب بوجہ صحرا اور ریگستان

۱- خراب بوجہ غرقابی: جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا کہ براعظموں (خشکی) کے حقیقی حدود ان حدود سے کہیں زیادہ وسیع ہیں جو آج ہمیں سطح سمندر کے اوپر نظر آرہے ہیں۔ براعظمی منطقے میں اس کمی کی وجہ کرۂ ارض کی برفانی چٹانوں کے پگھلنے کی وجہ سے سطح سمندر میں زیادتی ہے۔لہذا جدید تخمینے کے مطابق براعظموں کے اس غرقاب حصہ کا تناسب کرۂ ارض کے کل رقبہ کا ۱۱٫۳ فیصدی ہے، جیسا کہ اس کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔اس اعتبار سے کل خشکی کا تقریباً تین چوتھائی حصہ (۲۹٫۲ فیصد) موجودہ سطح سمندر کے اوپر ہے جبکہ بقیہ ایک چوتھائی حصہ (۱۱٫۳ فیصد) زیر آب ہونے کی وجہ سے خراب یا برباد ہے۔

۲- خراب بوجہ براعظمی برفانیت: براعظمی حصہ کے ناقابل آباد یا برباد ہونے کی دوسری اہم وجہ براعظمی برفانیت ہے۔یعنی وہ برفانی چادریں ہیں جو خشکی کے بڑے حصے کو پوری طرح برف سے ڈھانکے ہوئے ہیں۔لہذا قطب جنوبی میں واقع براعظم انٹارٹکا اور قطب شمالی میں واقع گرین لینڈ تقریباً پوری طرح برف سے ڈھکے ہوئے ہیں۔ جس کی وجہ سے یہاں نباتاتی اور حیوانی زندگی تقریباً مفقود ہے۔ان براعظموں پر برفانی چادروں کی اوسط موٹائی ۲ تا ۴ کلومیٹر ہے۔انٹارٹکا تقریباً مکمل طور پر زیر برف ہے جبکہ گرین لینڈ کا 4/5 حصہ برف سے ڈھکا ہوا ہے۔لہذا انٹارٹکا میں نباتاتی زندگی اور مستقل انسانی آبادی مفقود ہے جبکہ گرین لینڈ کے بقیہ 1/5 حصہ میں جو برف سے خالی ہے چھوٹی آبادیاں پائی جاتی ہیں۔ کرۂ ارض پر موجودہ براعظمی حصہ کے کل رقبہ کا تقریباً ۱۱ فیصدی حصے کو انٹارٹکا، گرین لینڈ اور دوسرے براعظمی گلیشئرز گھیرے ہوئے ہیں[۱۱]۔جس کی وجہ سے خشکی کا یہ حصہ نباتاتی زندگی کے لئے خراب یا بنجر شمار کیا جاتا ہے۔یہ رقبہ کل کرۂ ارض کے رقبے کا ۳٫۲۱ فیصد ((29.2 x 11) / 100 = 3.21) ہوتا ہے۔

۳- خراب بوجہ صحراء و ریگستان: براعظموں کا تیسرا منطقہ جو خراب کے زمرہ میں آتا ہے وہ کرۂ ارض کا ریگستانی منطقہ ہے۔دنیا کے اکثر ریگستان نیم منطقہ حارہ subtropical regions میں واقع ہونے کی وجہ سے انتہائی گرم اور بنجر علاقے شمار کیے جاتے ہیں۔ یہاں بارش انتہائی کم یا نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے۔لہذا یہ علاقے نباتاتی اور حیوانی زندگی کی بقا کے متحمل نہیں ہوتے بلکہ جو لوگ ریگستان میں رہتے ہیں ان کو یہاں کے سخت گرم اور

سوکھے موسم کا عادی ہونا ضروری ہوتا ہے۔ اسی طرح ریگستان میں پانی کی قلت کی وجہ سے بھی یہاں نباتاتی زندگی تقریباً معدوم ہے۔

جدید تخمینوں کے مطابق کرۂ ارض کے تمام ریگستان موجودہ خشکی کے تقریباً ۱/۷ حصہ کو گھیرے ہوئے ہیں۔ یعنی کہ کل خشکی کا ایک ساتواں حصہ ریگستانوں پر مشتمل ہے[۱۲]۔

اور یہ رقبہ کرۂ ارض کے کل رقبہ کا ۴.۱۷ فیصد (29.2 / 7 = 4.17) ہوا۔

اوپر ہم نے کرۂ ارض پر سمندر اور خشکی اور پھر خشکی کے آباد اور خراب حصہ پر جو بحث کی ہے اس کا خلاصہ حسب ذیل جدول نمبر ۱ میں ملاحظہ ہو:۔

تناسب (فیصد)	رقبہ (ہزار مربع کلومیٹر تقریباً)	منطقہ
100 %	509,700,000	کرۂ ارض کا کل رقبہ
70.8 %	361,300,000	سمندر کا موجودہ حصہ
29.2 %	148,400,000	خشکی کا موجودہ حصہ
59.5 %	303,271,500	سمندر کے حقیقی حدود (براعظمی فرش اور براعظمی ابھار کو نکال کر)
40.5 %	206,428,500	خشکی کے حقیقی حدود (براعظمی فرش اور براعظمی ابھار کو ملا کر)
11.32 %	57,698,040	خشکی کا خراب حصہ بوجہ غرقابی
3.21 %	16,361,370	خشکی کا خراب حصہ بوجہ براعظمی برفانیت
4.17 %	21,254,490	خشکی کا خراب حصہ بوجہ ریگستان
18.70 %	95,313,900	خشکی کا کل خراب حصہ
21.80 %	111,114,600	خشکی کا کل آباد حصہ

جدول ۱: کرۂ ارض کے خشکی اور سمندر اور آباد اور خراب منطقہ کا تناسب

جیسا کہ مذکورۂ بالا جدول سے معلوم ہو رہا ہے کہ سمندر کرۂ ارض کے کل رقبے کے تقریباً ۶۰ فیصدی (۳/۵) حصہ کو گھیرے ہوئے ہے، جبکہ خشکی تقریباً ۴۰ فیصدی حصہ (۲/۵) پر محیط ہے۔ اسی طرح خشکی کا تقریباً نصف حصہ خراب یا بنجر شمار کیا جاتا ہے، جس کا تناسب کرۂ ارض کے کل رقبہ کا تقریباً 1/5 حصہ ہے۔ جبکہ خشکی کا مزید نصف حصہ (۲۲ فیصد)

آباد شمار کیا جاتا ہے۔ جو کرۂ ارض کے کل رقبہ کا تقریباً ۵/۱ ہوتا ہے۔ اس طرح یہ اعداد و شمار حدیث میں مذکور حقائق سے مکمل طور پر مطابقت رکھتے ہیں۔

واضح رہے کہ کرۂ ارض کے اس وسیع منظر نامہ میں آدھا یا ایک فیصدی تفاوت کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اس طرح کے تخمینوں میں ایک آدھ فیصد کی کمی بیشی کا امکان margin of error بہر حال موجود ہوتا ہے۔ لہذا احادیث کا اصل مقصد کرۂ ارض کا ایک وسیع منظر نامہ پیش کرنا ہے۔

اس کے بعد اب اس سلسلے کی اگلی حدیث ملاحظہ ہو جس کی تخریج ابن ابی حاتم نے کی ہے، جس میں کہا گیا ہے کہ زمین پر غیر آباد (خراب) حصہ کا تناسب ۵/۴ ہے اور آباد حصہ کا تناسب ۵/۱ ہے۔ لہذا کرۂ ارض کے مذکورۂ بالا جغرافیائی اعداد و شمار کی روشنی میں اس کی معنویت بھی از خود واضح ہے کہ اس حدیث میں خراب کے مفہوم میں کرۂ ارض کے سمندر ۵/۳ اور خشکی کا خراب حصہ ۵/۱ دونوں شامل ہیں۔ لہذا ان دونوں کو جوڑنے سے کرۂ ارض کے کل خراب حصہ کا تناسب ۵/۴ ہوا۔ اور اس حدیث میں ان دونوں کو خراب کہے جانے کی وجہ بھی واضح ہے کہ یہ علاقے نباتاتی زندگی کے لئے متحمل نہیں ہونے کی وجہ سے خراب شمار کئے جاتے ہیں۔ اس کے بعد اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ کرۂ ارض کا بقیہ ۵/۱ حصہ آباد ہے، جس کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔

احادیث کا علمی اعجاز اور اصول حدیث

جیسا کہ اس بحث سے واضح ہو گیا کہ کرۂ ارض کے ان دقیق معلومات اور جدید ترین جغرافیائی انکشافات اور حدیث شریف کے بیانات میں بدرجہ اتم مطابقت اور ہم آہنگی پائی جا رہی ہے اور حدیث کے چند الفاظ ان تمام گوناگوں اور متفرق حقائق کی انتہائی خوبصورتی سے تفسیر و تشریح کر رہے ہیں۔ لہذا احادیث اور جدید سائنسی تحقیقات کے درمیان اسقدر حیرت انگیز مطابقت سے جو پہلا سائنسی اصول مرتب ہوتا ہے وہ یہ کہ اس قسم کے حقائق کا ماٴخذ انسانی کلام نہیں ہو سکتا، بلکہ ان کا ماٴخذ ایک ایسی ہستی ٹھہرتی ہے جس کی نظر اور دسترس میں کائنات کے معمولی سے معمولی اور بڑے سے بڑے تمام مظاہر اور اشیاء ہوں۔ اور ایسی معلومات کا انسان تک اس کی تحقیق و تفتیش سے قبل ہی پہنچ جانا اس سے وحی الٰہی کا اثبات ہوتا ہے۔ اور اس سے اس بات کا اثبات بھی ہوتا ہے کہ وحی کے دائرے میں صرف قرآن ہی نہیں بلکہ حدیث نبوی ﷺ بھی آتی ہے۔

یہاں جو چیز اور زیادہ قابل توجہ اور لائق اعتناء ہے وہ یہ کہ یہاں بحث کی گئی تین احادیث میں سے پہلی دو احادیث جن کو حضرت حسان بن عطیہ نے روایت کیا ہے وہ احادیث مقطوعہ (وہ حدیث جس کی نسبت کسی تابعی کی طرف ہو) ہیں۔ جبکہ تیسری حدیث جس کو حضرت عبداللہ بن عمرو نے روایت کیا ہے وہ حدیث موقوف (وہ حدیث جس کی نسبت کسی صحابی کی طرف ہو) ہے۔ یعنی کہ یہ دونوں اقوال صحابہ اور تابعین کے ہیں، رسول اللہ ﷺ کے اقوال نہیں

ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو صحابی ہیں جبکہ حضرت حسان بن عطیہ تابعی۔ لہذا اس سے اس اصول حدیث کا منطقی اور سائنسی اثبات بھی ہوتا ہے کہ صحابہ کیساتھ ساتھ تابعین کے اقوال صحیحہ کا ماٰخذ بھی اقوال رسول ﷺ ہی ہے۔ جبکہ نبی کریم ﷺ کے علم کا ماخذ وحی الٰہی ہے۔ اس طرح آج جدید سائنس سے نہ صرف قرآن کی حقانیت کا بلکہ حدیث نبوی کی حقانیت کا بھی اثبات ہو رہا ہے اور حدیث میں احادیث مرفوعہ، احادیث موقوفہ اور احادیث مقطوعہ تمام شامل ہیں۔

(حـــــواشـــــی)

۱- دیکھئے اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد ۷، ص ۲۸۱، دانش گاہ پنجاب، پاکستان۔

۲- العظمۃ: ابوالشیخ، ۴/۱۴۱۲؛ الہیئۃ السنیۃ، جلال الدین السیوطی، ص ۴۷؛ کتاب فی الہیئۃ، ص ۶۷۔

۳- تفسیر الدر المنثور، جلال الدین سیوطی، ۴/۴۲، دار المعرفۃ، بیروت۔

۴- تفسیر الدر المنثور، جلال الدین سیوطی، ۴/۴۲؛ فتح القدیر، شوکانی، ۳/۶۶، دار الفکر، بیروت۔

۵- Oceanography: Inagmanson & Wallace, p. 83.

۶- حوالہ سابق۔

۷- حوالہ سابق، ص ۸۶۔

۸- حوالہ سابق۔

۹- برفانی ادوار پر تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو راقم کا مضمون: ''کرۂ ارض کے برفانی ادوار اور موسمی تبدیلیاں: قرآن، حدیث اور جدید سائنسی تحقیقات کی روشنی میں''۔

۱۰- المفردات فی غریب القرآن، راغب اصفہانی، ص ۳۴۷، دار المعرفۃ، بیروت۔

۱۱- Encyclopaedia Britannica 2001 Deluxe Edition CD ROM. Article: Glaciers.

۱۲- ملاحظہ ہو: ورلڈ بک انسائیکلوپیڈیا: ۱۳۰/۵۔

آپ اپنے مضامین بذریعہ ای میل بھی بھیج سکتے ہیں

editor_alhaq@yahoo.com